سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ رض

طالب الہاشمی

حضرت عبداللہ بن زید (بن عاصم) انصاری رض

حضرت عبداللہ بن زید (بن عاصم) انصاریؓ

①

حضرت ابومحمد عبداللہ بن زید بن عاصمؓ نے اس جلیل القدر ماں کی آغوشِ تربیت میں پرورش پائی تھی جس کی کتابِ حیات میں سرورِ کونین ﷺ سے بے پناہ عقیدت ومحبت اور راہِ حق میں اپنی جان، اولاد اور مال قربان کر دینے کے جذبہ کے ابواب اتنے روشن ہیں کہ آج بھی ان کی تابانی سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔ یہ خاتون تھیں نسیبہ بنتِ کعبؓ جو تاریخ میں اپنی کنیت امِ عمارہ سے مشہور ہیں اور پھر وہ اس بھائی کے ساتھ پلے بڑھے جس نے اپنا بند بند کٹادیا لیکن راہِ حق سے منہ موڑنا گوارانہ کیا۔ اُن کے جلیل القدر بھائی تھے حبیب بن زید بن عاصمؓ۔

حضرت عبداللہ بن زید خزرج کی معززترین شاخ بنونجار کے چشم وچراغ تھے۔

سلسلۂ نسب یہ ہے:

عبداللہؓ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

حضرت عبداللہؓ کے والد زید بن عاصم نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ وہ حضرت عبداللہؓ کے بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان کی والدہ حضرت اُمِ عمارہ نہایت نیک فطرت خاتون تھیں۔ ان کا شمار انصار کے سابقون الاوّلون میں ہوتا ہے۔ وہ اس زمانے میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئیں جب بیعت عقبۂ اولیٰ (۱۲ نبوت) کے بعد حضرت مصعبؓ بن عمیر یثرب میں اسلام کی تبلیغ کررہے تھے۔ ۱۳ نبوّت میں انھیں ان ۷۵ نفوسِ قدسی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا

جنھوں نے لیلۃ العقبہ میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اس عہد کے ساتھ آپؐ کو یثرب تشریف لانے کی دعوت دی کہ ہم اپنی جانوں مالوں اور اولادوں کے ساتھ آپؐ کی حمایت و حفاظت کریں گے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ام عمارہؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ اور حضرت حبیبؓ ان کے ساتھ ہی سعادت اندوزِ اسلام ہوگئے اور بعض میں ہے کہ جب حضوؐر مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہ اس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان روایات کی تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ وہ ہجرتِ نبوی سے پہلے اپنی ماں کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئے لیکن حضوؐر سے بیعت کا شرف ہجرت کے بعد حاصل کیا۔

(۲)

غزوۂ بدر (رمضان ۲ ہجری) میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اربابِ سِیَر کے نزدیک وہ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ ان کی عمر اس وقت پندرہ برس سے کم تھی اس لیے اس میں شریک نہ ہوسکے البتہ غزوۂ بدر کے بعد عہدِ رسالت کے تمام غزوات میں ان کے شریک ہونے پر سب اہلِ سِیَر کا اتفاق ہے۔

علاّمہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ غزوۂ احد (۳ ہجری) میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ اپنی والدہ حضرت اُمِّ عمارہؓ اور بھائی حضرت حبیب بن زیدؓ کے ساتھ شریک ہوئے اور نہایت بہادری سے لڑے۔ ان کی والدہ نے تو اس لڑائی میں ایسی عدیم المثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ خاتونِ احد کے لقب سے مشہور ہوگئیں۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے مسلمان انتشار کا شکار ہوگئے تو اس وقت حضوؐر کے قریب گنتی کے چند سرفروش باقی رہ گئے۔ اس سے پہلے حضرت اُمِّ عمارہؓ دوسری خواتین کے ساتھ مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر مجاہدین کو پلا رہی تھیں اور زخمیوں کی خبر گیری کر رہی تھیں۔ جب انھوں نے حضوؐر کو خطرے میں دیکھا تو مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھال لی اور حضوؐر کے قریب پہنچ کر کفار کے سامنے سینہ سپر ہوگئیں۔ بار بار یورش کر کے حضوؐر کی طرف بڑھتے اور حضرت اُمِّ عمارہؓ انھیں دوسرے سرفروشوں کے ساتھ مل کر تیر اور تلوار سے روکتیں۔ اتنے میں ایک مشرک نے تاک کر ان کے سر پر اپنی تلوار کا وار کیا۔ انھوں نے اسے اپنی ڈھال پر روکا

اور پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آ رہے۔ سرورِ عالم ﷺ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کو پکار کر فرمایا:

''عبداللہ اپنی ماں کی مدد کر''

وہ فوراً ادھر لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے حملہ کرنے والے مشرک کو جہنم واصل کر دیا۔ عین اس وقت ایک دوسرا مشرک تیزی سے ادھر آیا اور حضرت عبداللہؓ کا بایاں بازو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عبداللہؓ کا زخم باندھا اور پھر فرمایا:

''بیٹے جاؤ جب تک دم میں دم ہے لڑو۔''

حضورؐ نے ان کا جذبۂ فدویت دیکھ کر فرمایا ''اے اُمِّ عمارہ جتنا حوصلہ تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہوگا۔''

اسی اثنا میں وہی مشرک جس نے حضرت عبداللہؓ کو زخمی کیا تھا، پلٹ کر پھر حملہ آور ہوا۔ حضورؐ نے حضرت اُمِّ عمارہؓ سے فرمایا، ''اُمِّ عمارہ سنبھلنا، یہ وہی بدبخت ہے جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا۔'' حضرت اُمِّ عمارہؓ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اس پر جھپٹیں اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ سرورِ عالم ﷺ یہ دیکھ کر متبسّم ہو گئے اور فرمایا: ''اُمِّ عمارہ تو نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا۔''

غرض حضرت اُمِّ عمارہؓ اخیر تک اسی طرح سر ہتھیلی پر رکھ کر لڑتی رہیں یہاں تک کہ سخت زخمی ہو گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر بارہ زخم لگے۔ لڑائی کے بعد حضورؐ نے خود ان کی مرہم پٹی کروائی اور کئی بہادر صحابہ کا نام لے کر فرمایا:

''واللہ آج اُمِّ عمارہ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ اُحد کے دن میں دائیں بائیں جس طرف نظر ڈالتا تھا اُمِّ عمارہ ہی اُمِّ عمارہ لڑتی نظر آتی تھیں۔

(۳)

غزوۂ احد کے بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے غزوۂ احزاب میں دادِ شجاعت دی۔ ۶ ہجری میں انھوں نے حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا عظیم الشان شرف حاصل کیا اور یوں

''اصحاب الشجرۃ'' کی اس مقدّس جماعت میں شامل ہو گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں اپنی خوش نودی کی بشارت دی۔ اس کے بعد وہ اپنی والدہ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے، پھر ۷ ہجری میں والدہ کے ساتھ عمرۃ القضا میں حضورؐ کی معیت کا شرف حاصل کیا۔ ۸ ہجری میں ان کو ان دس ہزار قدوسیوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی جو فتح مکہ کے موقع پر سرورِ عالم ﷺ کے ہم رکاب تھے اور جن کے بارے میں سینکڑوں سال پہلے توریت (کتابِ استثنا) میں یوں پیشین گوئی کی گئی تھی:

> ''خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا فاران سے ان پر جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لیے آتشیں شریعت تھی۔''

اسی سال انھوں نے غزوۂ حنین میں دادِ شجاعت دی، والدہ بھی ساتھ تھیں۔

سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسندنشینِ خلافت ہوئے تو ایکا ایکی سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی۔ مرتدین میں سب سے طاقت ور، نجدی قبیلہ بنو حنیفہ کا رئیس مسیلمہ کذاب تھا۔ اس نے نبوّت کا دعویٰ کر کے اور شعبدہ بازیوں کے بل پر چالیس ہزار جنگ جو بدوی اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیے۔ اسی زمانہ میں حضرت عبداللہؓ کے بھائی حضرت حبیب بن زیدؓ عمان سے مدینہ آ رہے تھے کہ ظالم مسیلمہ کے ہاتھ پڑ گئے۔ اس نے ان کو بھی ارتداد پر مجبور کیا لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ مسیلمہ نے ان کے جسم کا ایک ایک عضو کاٹ ڈالا لیکن وہ آخر دم تک یہی کہتے رہے ''میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

ان کی مظلومانہ شہادت کی خبر سن کر حضرت اُمِّ عمارہؓ اور حضرت عبداللہؓ کو سخت صدمہ پہنچا لیکن حضرت حبیبؓ کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجالائے اور عہد کر لیا کہ مسیلمہ سے اس ظلم کا بدلہ لے کر رہیں گے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی پر مامور کیا تو حضرت اُمِّ عمارہؓ اور حضرت عبداللہؓ دونوں حضرت خالدؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ مسیلمہ نے لڑائی کی زبردست تیاری کر رکھی تھی۔ اس نے چالیس ہزار جنگ جو مسلمانوں

کے مقابلے میں لا کھڑے کیے۔ عقرباء (یمامہ) کے مقام پر مرتدین اور اہل حق کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ کبھی مسلمان پیچھے ہٹ جاتے اور کبھی وہ مرتدین کو پیچھے دھکیل دیتے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو انھوں نے مسلمانوں کے تمام قبائل کو الگ الگ کر دیا اور اعلان کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے علم کے نیچے لڑے تاکہ پتہ چل جائے کہ آج کون شجاعت اور عزم و ثبات کا حق ادا کرتا ہے۔ اس تدبیر کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ ہر قبیلے نے شجاعت اور ثابت قدمی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی اور مرتدین کا منہ پھیر دیا۔ مسیلمہ نے اپنی فوج میں ہزیمت کے آثار دیکھے تو اس نے اپنے مریدوں کو پکار کر کہا کہ اپنا ننگ و ناموس بچانا ہو تو بچالو۔ حضرت اُمِ عمارہؓ اور حضرت عبداللہؓ شروع ہی سے مسیلمہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے اب انھوں نے اسے تاک لیا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ زخم پر زخم کھاتی اور اپنی برچھی سے راستہ بناتی اس کی طرف بڑھیں۔ اس کوشش میں انھیں گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے کٹ گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر اپنی برچھی سے اس پر حملہ کیا چاہتی تھیں" ہتھیار اس پر ایک ساتھ پڑے اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے جا پڑا۔ اُمِ عمارہؓ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو پہلو میں حضرت عبداللہؓ کو کھڑے پایا اور قریب ہی حضرت وحشیؓ (قاتلِ حمزہؓ) کھڑے تھے۔ وحشیؓ نے اپنا حربہ مسیلمہ پر پھینکا تھا اور عبداللہؓ نے اسی وقت اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ حضرت اُمِ عمارہؓ اور حضرت عبداللہؓ دونوں حضرت حبیبؓ کے قاتل اور مسلمانوں کے اس بدترین دشمن کی موت پر سجدۂ شکر بجالائے۔ حضرت خالدؓ نے بڑی تندہی سے حضرت اُمِ عمارہؓ کا علاج کرایا یہاں تک کہ ان کے تمام زخم مندمل ہو گئے۔

(۴)

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ طویل عرصہ تک حیات رہے لیکن خلفائے راشدینؓ اور امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ان کے مشاغل اور سرگرمیوں کے بارے میں کتبِ سیَر خاموش ہیں۔ ۶۳ ہجری میں وہ اس وقت منظرِ عام پر آئے جب اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاریؓ کو اپنا امیر بنالیا۔ یزید کو اہلِ مدینہ کے طرزِ عمل کی اطلاع پہنچی تو اس نے ان کو بہ زور مطیع بنانے کے لیے ایک مضبوط لشکر بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ نے

اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے اہلِ شہر سے اس بات پر بیعت لینا شروع کردی کہ آخری دم تک یزیدی لشکر کا مقابلہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو بیعت کے لیے کہا گیا تو انھوں نے پوچھا، بیعت کی شرط کیا ہے؟ جواب ملا ''موت'' انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد اس شرط پر کسی سے بیعت نہیں کرسکتا۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت نہ کرنے کے باوجود وہ یزید کی حکومت سے سخت بیزار تھے اور اس کے لشکر کے خلاف لڑنا ان کے نزدیک جہاد کی حیثیت رکھتا تھا۔ چناں چہ اپنے دو بیٹوں خلاد اور علی کو ساتھ لے کر دوسرے اہلِ مدینہ کی طرح یزیدی لشکر سے نبردآزما ہوئے، اور نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے بیٹوں سمیت شہید ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ برس کے لگ بھگ تھی۔

علم وفضل کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن زیدؓ ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ کتبِ حدیث میں ان سے مروی متعدد احادیث موجود ہیں۔ ان کے راویوں میں عباد بن تمیمؒ، سعید بن مسیّبؒ، یحییٰ بن عمارہؒ، عبادہ بن حبیبؒ اور واسع بن حیانؒ کے اسماءِ گرامی قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی صحیحین کی یہ چار حدیثیں بہت مشہور ہیں۔

(۱) غزوۂ حنین کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں خوب مالِ غنیمت تقسیم فرمایا اور تالیفِ قلوب پر بھی خرچ کیا لیکن انصار کو کچھ نہ دیا جس سے انصار کے دل میں کچھ رنج پیدا ہوا کہ اوروں کو بہت کچھ ملا مگر انھیں کچھ نہ ملا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے جماعتِ انصار کیا میں نے تمھیں گم راہ نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں ہدایت دی اور کیا تم جدا جدا نہ تھے، اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تمھیں ملا دیا اور کیا تم مفلس اور بھوکے نہ تھے اللہ تعالیٰ نے میری وساطت سے تمھیں مال دار کردیا، جب حضورؐ یہ احسانات گنوا رہے تھے تو انصار ہر بات کے جواب میں کہتے جاتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم پر بہت احسان کیے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ تمھیں کس چیز نے اکسایا کہ اللہ کے رسول پر اعتراض کرو۔ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی ہمارے محسن ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ تم بھی تو ایسی تنگی ترشی ہی کی حالت میں ہمارے پاس آئے تھے اور ہم نے تمھاری عزت کی تھی۔

پھر فرمایا، اے گروہِ انصار کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ بکریاں اور مال ومنال اپنے گھروں کو لے جائیں اور تم اللہ کے نبی کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اگر ہجرت نہ ہوتی (میں ہجرت کرکے نہ آیا ہوتا) تو میں انصار ہی میں شریک ہوتا۔ اگر لوگ کسی دوسرے راستہ یا وادی کی طرف جائیں تو میں انصار ہی کی وادی کو پسند کروں گا۔ انصار میرے اتنے قریبی ہیں کہ دوسرے لوگ اتنے قریبی نہیں (جن کو زیادہ یا تالیفِ قلب کے طور پر مالِ غنیمت دیا گیا ہے)۔

اے انصار میرے بعد تم جلدی اپنے پر غیر کی ترجیح دیکھوگے مگر تمھیں صبر کرنا ہوگا یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر آملو۔

۲ رسول اللہ ﷺ نمازِ استسقا کے لیے نکلے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا کی۔ پھر اپنی چادر کو پھیرا اور دو رکعت نماز پڑھی اور قرأت بلند آواز سے کی (—— ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ نماز عیدگاہ میں پڑھی)۔

۳ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ مجھے نماز میں ہر بار وضو ٹوٹ جانے کا وہم پڑ جاتا ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز نہ آئے یا بو نہ آئے اس وقت تک نماز سے نہ پھرو (ناحق شک اور وہم میں نہ پڑو)۔

۴ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح کیا کرتے تھے۔ انھوں نے پانی کا برتن منگایا اور لوگوں کے سامنے وضو کرکے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے اسی طرح وضو کرتے دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اس طرح وضو کیا۔ انھوں نے پہلے پانی کے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر برتن سے کلی کے لیے پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی دے کر اس کو جھاڑا۔ تین مرتبہ اس طرح کیا۔ پھر برتن سے پانی لے کر تین مرتبہ منہ کو دھویا۔ پھر پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ کہنیوں تک دھویا۔ پھر پانی لے کر سر کا مسح اس طرح کیا کہ دونوں ہاتھوں کو پیشانی کے اوپر سے لے کر پیچھے کی طرف لے گئے اور پھر پیچھے سے آگے کی طرف لے آئے۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔

مسند احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ حضرت عبداللہ

بن زیدؓ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور ان کے مکان پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ ان کے یہاں تشریف لے گئے تو وہ پانی لائے اور آپؐ نے وضو کیا۔ حضرت عبداللہؓ نے آپؐ کے وضو کرنے کا طریقہ یاد کرلیا۔ چناں چہ ایک زمانہ کے بعد لوگوں نے ان سے حضورؐ کے وضو کرنے کا طریقہ پوچھا تو انھوں نے خود ان کے سامنے وضو کر کے بتلایا کہ حضورؐ اس طرح وضو کرتے تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ